تفسير احمد

سورة عبس

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «عبس» کا تفسیر و ترجمه

تصنيف: امين الدين « سعيدي - سعيد افغانی»

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة عَبَسَ

جزء (30)

یه سوره مکه میں نازل هوئی هے ، اس کی 42 آیات هیں

وجه تسمیه:

یه سوره به سبب ذکر عَبَسَ کے سوره عبس کہلاتی ہے عَبَسَ "عبوست"سے ہے ،یعنی منه چڑهانا، جو که انسان کی عادت واوصاف میں سے هے، یه کیفیت اس وقت انسان پر ظاهرهوتی هے، جب کام میں مصروف هو، اس لیے عَبَسَ نام رکھا گیا ۔

اس سورت کا نام پهلی آیت سے لیاگیاهے، مگرقابل ذکر بات یه هے که عَبَسَ صرف اس سورت کا نام ہے، اس کے مضامین میں سے کسی بھی مضمون کا عنوان نهیں هے۔

عَبَسَ:عُبُوس یا عَبُوْس کے مادے سے لیا گیا ہے، عُبُوس یا عَبُوْس اس کے لیے کہا جاتا ہے جو چہرہ پھیرلیتا ہے یا سکڑ لیتا ہے، ظاہری منہ موڑنے کی کیفیت اندرونی حالت کی غماز ہے۔

سوره عَبَسَ کی آیات، کلمات اور حروف کی تعداد:

سوره عَبَسَ کو سوره سَفَرَ بھی کہاجاتاہے ،اس سورت میں ایک رکوع ، (42) آیتیں اور ایک سو تینتیس(133) الفاظ هیں ، (552)پانچ سو باون حروف اور(292) دوسو بیانوے نقطے هیں۔

سوره عَبَسَ کا سبب نزول:

مفسرین اس سورت کے سبب نزول کے بارے میں کهتے هیں که: یه سورت بی بی خدیجه رضی الله عنها کے خاله زاد بهائی حضرت عبد الله ابن أم مکتوم کے بارے میں نازل هوئی هے، ان کے واقعه کو مفسرین کرام نے اس اندازسے بیان کیاہے:

عبدالله ابن أم مکتوم جو نا بینا تهے جب نبی کریم صلی الله علیه وسلم کے پاس آئے تواس وقت قریش کے بڑے بڑے سردار جن میں: عتبه بن شیبه ، ربیعة کے دونوں بیٹے ، ابوجهل بن هشام ، عباس بن عبدالمطلب ، امیه بن خلف اور ولید بن مغیره آپ صلی الله علیه وسلم کے پاس بیٹهے هوئے تهے، آپ صلی الله علیه وسلم ان کو اسلام کی دعوت دے رهے تهے،اس امید پر که ان کے اسلام لانے سے جوکه قوم کے بڑے هیں باقی لوگ بهی مسلمان هوجائیں گے۔

اسی دوران عبد الله بن ام مکتوم نے کها: اے الله کے رسول ! آپ پڑهیے اور مجهے سکها ئیے جو کچھ الله نے آپ کو سکهایاهے، عبد الله بن ام مکتوم اپنی

(c) ketabton.com: The Digital Library

بات دوهراتے رهے ، ان کو معلوم نهیں تھا که آپ صلی الله علیه وسلم قریش کے سرداروں کو دعوت دینے میں مصروف هیں ۔
آپ صلی الله علیه وسلم پر یہ بات ناگوار گذری چهره مبارک ناخوشی کے عالم میں پھیردیا اور منه موڑا ان سے (جس سے چهرے میں عبوست ظاهرهوگئی)
اسی وقت یه سوره نازل هوئی۔
اس کے بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابن ام مکتوم کی تعظیم وتکریم کرتے تھے، اور جب ان کو دیکھتے تو فرماتے " مرحبًا بمن عاتبنی فیه ربی" خوش آمدید اس کے لیےجس کی وجه سے رب نے مجھے سرزنش کی۔
پھر ان سے کهتے تھے: کیا آپ کوکوئی کام یا کچھ ضرورت هے؟ میں تیار هوں تمهارے کام اور ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ۔
اهل سِیَر لکھتے هیں که: پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے دومرتبه اسے مدینه منوره میں بحیث والی کے مقرر فرمایا، جب آپ صلی الله علیه وسلم غزوات پر تشریف لیجاتے تھے ۔
ایک روایت میں هے که اس سورت کے نزول کے بعد آپ صلی الله علیه وسلم نے کسی بھی فقیر سے چهره نهیں پھیرا اور نه هی کسی سرمایه دار اور سردارکے کام میں خود کو مشغول رکھا۔
الله تعالی کی طرف سے غائب کا صیغہ استعمال کیا یعنی کہ پیغمبر اسلام کو مخاطب نهیں فرمایا: (عبس وتولی) (تیوری چڑهائی اور منه موڑا ، جب آیا اس کے پاس ایک نابینا) یعنی: رب تعالی نے یہ نهیں فریاما که : تونے تیوری چڑهائی اور منه موڑا، اس انداز میں کئی باتیں هیں جو چند امور کو واضح کرتی هیں:

1 - تربیت
2 - اظهار غصه
3 - انسان اور اس کی رسالت کے حدود کا تعین اور اس کے لیے رهنمائی یه بذات خود قرآن کے اعجاز کی ایک صورت هے که ایک خاص انداز تکلم اپنایاگیاهے۔

صحابی بننے کی شرائط

علماء کرام صحابه بننے کے بارے میں فرماتے هیں:
صحابی بننے کی شرائط میں سے ایک شرط آپ صلی الله علیه وسلم کا دیدار هے، کیا نابینا شخص ابن ام مکتوم جیسے جو پیارے نبی کریم ﷺ کی حضور میں موجود تھا صحابه میں سے شمار هوگا یا نهیں؟
اس کے جواب میں یه کهنا چاهیے که صحابی هونے کی شرائط مندرجه ذیل هیں:

(c) ketabton.com: The Digital Library

1 - کوئی بھی شخص جس نے زندگی میں نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے ملاقات کی ہو ۔
2 - نبی کریم صلی الله علیه وسلم پر ایمان لایا ہو ، اور بحالت ایمان دنیا سے رخصت ہوگیاہو۔

اب اگراوپر والی دونوں شرائط کسی آدمی میں نه پائی جائیں تو وه صحابی شمار نهیں ہوگا۔

لیکن عبدالله ابن أم مکتوم اگرچه نابینا تھے، مگر مذکوره دونوں شرائط رکھتے تھے ، اس لیے که صحابی ہونے کا شرط آپ صلی الله علیه وسلم کے چہرے کا دیدار نهیں ، بلکه آپ سے ملاقات کا هے۔

ملاقات: یعنی حضور صلی الله علیه وسلم کے محضر میں حاضری ، اس لیے ملاقات اور دیدار میں فرق هے، علماء نے دیدار کی نهیں ، بلکه ملاقات کی شرط رکھی هے۔

مثال کے طور پر اویس قرنی اگرچه نبی صلی الله علیه وسلم کے زمانے میں آپ پر ایمان لائے، اور اسلام پرھی فوت ہوئے ، لیکن چونکه وه پیارے نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے ملاقات میں کامیاب نهیں ہوئے، اس لیے وه صحابی نهیں کهلائے۔

سوره عبس کا عمومی خلاصه :

اگر هم سوره عَبَسَ کے مشتملات پر مجموعی طورپر نظر ڈالیں ، تو هم دیکھیں گے اس سورت کا خلاصه پانچ بنیادی عنوانات میں کیا گیاهے ۔

1 - خدا تعالی کا سرزنش کرنا توجه دلانا ایسے بندے کو جس نے حق کے متلاشی نا بینا شخص سے مناسب رویه نهیں رکھا۔
2 - قرآن کریم کا مرتبه ومقام ۔
3 - انسان کی طرف سے الله تعالی کی نعمتوں کی نا شکری ۔
4 - خدا تعالی کی بعض نعمتوں کا اظهار ۔
5 - یامت ، مؤمنوں اور کافروں کا انجام ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة عبس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰيٓ ۙ۝١ اَنْ جَاۗءَهُ الْاَعْمٰى ۭ۝٢ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓي ۙ۝٣ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ
الذِّكْرٰى ۭ۝٤ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ۝٥ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۭ۝٦ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۭ۝٧
وَاَمَّا مَنْ جَاۗءَكَ يَسْعٰى ۙ۝٨ وَهُوَ يَخْشٰى ۙ۝٩ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ۝١٠ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ۝١١
فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ ۘ۝١٢ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝١٣ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۢ ۝١٤ بِاَيْدِيْ
سَفَرَةٍ ۝١٥ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۝١٦ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝١٧ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝١٨ مِنْ
نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝١٩ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝٢٠ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝٢١ ثُمَّ اِذَا شَاۗءَ
اَنْشَرَهٗ ۝٢٢ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝٢٣ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۝٢٤ اَنَّا صَبَبْنَا
الْمَاۗءَ صَبًّا ۝٢٥ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝٢٦ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝٢٧ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝٢٨
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝٢٩ وَّحَدَاۗىِٕقَ غُلْبًا ۝٣٠ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝٣١ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝٣٢
فَاِذَا جَاۗءَتِ الصَّاۗخَّةُ ۝٣٣ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝٣٤ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝٣٥ وَصَاحِبَتِهٖ
وَبَنِيْهِ ۝٣٦ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝٣٧ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝٣٨ ضَاحِكَةٌ
مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝٣٩ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝٤٠ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝٤١ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ
الْفَجَرَةُ ۝٤٢

سورت کا لفظی ترجمه

بسم الله الرحمن الرحيم	شروع الله کا نام لے کر جو بڑا مهربان نہایت رحم والاھے
عَبَسَ وَتَوَلّٰيٓ ۙ۝١	(محمد صلی الله علیه وسلم) ترش رو ھوئے اور منه پھیربیٹھے (۱)
اَنْ جَاۗءَهُ الْاَعْمٰى ۭ۝٢	جب آیا ان کے پاس ایک نا بینا (2)
وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓي ۙ۝٣	اور تم کو کیا خبرشاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا (3)
اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۭ۝٤	یا سوچتا تو سمجهانا اسے فائده دیتا (3)
اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ۝٥	جو پروا نہیں کرتا (۴)
فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۭ۝٦	اس کی طرف تو تم توجه کرتے هو(۵)
وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۭ۝٧	حالانکه وہ نه سنورے تو تم پر کچھ (الزام) نہیں (۶)
وَاَمَّا مَنْ جَاۗءَكَ يَسْعٰى ۙ۝٨	اورجو تمهارے پاس دوڑتا هوا آیا (۷)
وَهُوَ يَخْشٰى ۙ۝٩	اور (خدا سے) ڈر تاهے (۸)
فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ۝١٠	اس سے تم بے رخی کرتے هو (۹)

(c) ketabton.com: The Digital Library

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝١١	دیکھو یہ (قرآن) نصیحت ھے (۱۰)
فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝١٢	پس جو چاھے اسے یاد رکھے (۱۱)
فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝١٣	قابل ادب ورقوں میں(لکھا ھوا) (۱۲)
مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝١٤	جو بلندمقام پررکھے ھوئے (اور) پاک ھیں (۱۳)
بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝١٥	لکھنے والوں کے ھاتھوں میں (۱۴)
كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝١٦	جو سردار اورنیکو کارھیں (۱۵)
قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝١٧	انسان ھلاک ھوجائے کیسا ناشکرا ھے (۱۶)
مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝١٨	اسے (خدا نے) کس چیزسے بنایا (۱۷)
مِنْ نُّطْفَةٍ ۝ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝١٩	نطفے سے بنایا ، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا (۱۸)
ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝٢٠	پھر اس کے لیے رستہ آسان کردیا (۱۹)
ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝٢١	پھر اسکوموت دی، پھر قبرمیں دفن کرایا (۲۰)
ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝٢٢	پھر جب چاھے گا اسے اُٹھا کھڑا کرے گا (۲۱)
كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝٢٣	کچھ شک نھیں کہ خدانے اسے جو حکم دیا اس نے اس پر عمل نہ کیا (۲۲)
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ۝٢٤	توانسان کو چاھیئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے (۲۳)
اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝٢٥	بیشک ھم ھی نے پانی برسایا (۲۴)
ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝٢٦	پھر ھم ھی نے زمین کو چیرا پھاڑا (۲۵)
فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝٢٧	پھرھم ھی نے اس میں اناج اُ گایا (۲۶)
وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝٢٨	اور انگور اور ترکاری (۲۷)
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝٢٩	اور زیتون اورکھجوریں (۲۸)
وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝٣٠	اور گھنے گھنے باغ (۳۰)
وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝٣١	اور میوے اور چارا (۳۱)
مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝٣٢	(یہ سب کچھ) تمھارے اور تمھارےچارپایوں کیلئے بنایا (۳۲)
فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝٣٣	تو جب (قیامت کا)غُل مچے گا (۳۳)
يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝٣٤	اس دن بھائی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا (۳۴)
وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝٣٥	اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے (۳۵)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ۳۶	اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے (۳۶)
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ۳۷	هرشخص اس روز ایک فکر میں هوگا، جو اسے بے پروا کردے گا (۳۷)
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ۳۸	اور کتنے چهرے اس روز چمک رهے هوں گے (۳۸)
ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ۳۹	خندان وشادان (یه مؤمنانِ نیکوکارهیں) (۳۹)
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ۴۰	اورکتنے چهرے هونگے جن پر گرَد پڑرهی هوگی (۴۰)
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ۴۱	(اور) سیاهی چڑھ رهی هوگی (۴۱)
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ۴۲	یه کفّار بدکردار هیں (۴۲)

تفسیر سورة عبس

محترم قارئین:

مبارک آیات (1 تا 10) اسلام جیسے مقدس دین میں مساوات اور برابری کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم	شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مهربان نهایت رحم والاهے
عَبَسَ وَتَوَلّٰٓي۱	(محمد صلی الله علیه وسلم) ترش رو هوئے اور منه پھیربیٹھے (۱)

یعنی: پیغمبر صلی الله علیہ وسلم نے کفار کے بعض بزرگوں کو دعوت دینے میں مصروف ہونے کی وجہ سے چہرہ پھیر لیا، یعنی: منہ موڑ لیا اور نابینا کے سوال پر متوجہ نہیں ہوئے، اگرچہ ان لوگوں کی غیر موجودگی میں اس کے ساتھ نرمی اور محبت کے ساتھ مخاطب ہوئے۔

اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى۲	جب آیا ان کے پاس ایک نا بینا (۲)

احمد بن محمد الصّاوی المالکی الخلوتی مؤلف حاشیه علی تفسیر جلالین فرماتے ہیں: نبی کریم صلی الله علیہ وسلم سے محبت اور احترام کے اظہار کے لیے خدا تعالیٰ نے غایب کے ضمایر " عَبَسَ وَتَوَلّٰي" استعمال کیے ہیں، اس لیے سختی اور سرزنش کی جو شدت "تاء"خطاب "عَبَسْت و تولیت" میں ہے وہ ناقابل انکار ہے، نابینا شخص کا نام "عبدالله ابن ام مکتوم" تھا،سرزنش کرنے والی آیات کے نزول کے بعد جب بھی آپؐ کے پاس آتے تو نبی صلی الله علیہ وسلم فرماتے: "خوش آمدید اس کے لیے جس کی وجہ سے رب نے مجھے سرزنش کی ، اور اپنی چادر بچھا دیتے تاکہ وہ بیٹھ جائیں ،(تفسیر صفوة التفاسیر)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"اَعْمٰی" عَمیٰ کے مادے سے ہے، اور عَمیٰ: یعنی: بَصَر اور بصیرت کا فقدان، آنکھوں کی بینائی یا دل کی آنکھ کے ختم ہونے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓي ۝۳	اور تم کو کیا خبرشاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا (۳)

"لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓي"شاید اس کا دل گناہوں سے پاک ہوکر سج جائے، "يَزَّكّٰٓي": ایسے نیک عمل کرے جو گناہوں کو دھو ڈالیں۔
علامه عبد الرحمن سعدی عصر حاضر کے مفسرین میں سے هیں فرماتے هیں:
"ان آیات کریمہ کا سبب نزول یه هے که: مؤمنوں میں سے ایک نابینا آدمی پیغمبر صلی الله علیه وسلم کے پاس آیا تا که آپ سے پوچھے اور سیکھے ، اسی دوران ایک امیر آدمی بھی آیا: رسول الله صلی الله علیه وسلم لوگوں کی ہدایت اور رهنمائی کرنے میں بهت زیاده حریص تھے، اس وجه سے پیامبر صلی الله علیه وسلم امیر آدمی کے طرف متوجه هوئے اور نابینا شخص سے بے توجہی برتی، تاکه اس امیر وسرمایه دار آدمی کی رهنمائی کریں، آپ صلی الله علیه وسلم امیر شخص کی هدایت پانے اور پاکیزه هونے میں زیاده دلچسپی رکھی ۔
پھر رب تعالیٰ نے پیغمبر اسلام نبی علیه السلام کو نرمی کےساتھ متوجہ کیا یا سرزنش کی اور فرمایا: " عَبَسَ وَ تولی" فقیر سے منه موڑا اور اپنا رُخ اس امیر آدمی کی طرف کردیا، پھر آپ ﷺ کی توجه کے سبب بیان فرمایا:
"ومایدریک لعلّه یزکّی" (تجھے کیا معلوم ؟ شاید یه نابینا برے اخلاق سے پاک هوجائے ، اور اچھے اخلاق سے آراسته هوجائے، "أویذَّکَّرُ فتَنفعه الذکری" یا یه که جو کچھ اس کو فائده پهنچاتاهے اسے قبول کرلے، اور اس نصیحت سے فائده اٹھالے، یه بهت بڑا فائده هے، پیغمبروں کی بعثت اور واعظین کے وعظ اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت کا یهی مقصد هے ۔
پھر آپ ﷺ کی توجه اس شخص کی طرف زیاده مناسب اور ضروری هے جو آپ پاس چل کر آیاهے، خود کو آپ کا محتاج سمجھتاهے ۔
لیکن آپ کا توجہ کرنا اس امیر آدمی کی طرف جو خود کو بے نیاز سمجھتاهے نه پوچھتاهے اور نه هی خیرمیں دلچسپی رکھتاهے، اور چھوڑدینا ایسے شخص کو جو اس امیر آدمی سے زیاده مستحق هے یہ آپ کے شایان شان نهیں هے، اس لئے که اگروه امیر آدمی پاک نه هوجائے تو آپ پر کوئی گناه نهیں ، اور اس کے برے اعمال کے متعلق آپ سے نهیں پوچھا جائے گا ۔

کسی یقینی کام کو ظنی کام کی وجه سے نهیں چھوڑا جاسکتاهے

مفسرین کهتے هیں: یهاں ایک مشهور قاعده هے:

(c) ketabton.com: The Digital Library

"کسی معین ومعلوم چیز کو بے بنیاد اورخیالی چیز کی وجه سے ترک نهیں کیا جاسکتا" یقینی اور ادراک شده مصلحت کو فرضی مصلحت کی بنیاد پرترک نهیں کرنا چاهیے، وه طالب علم جو تعلیم میں دلچسپی رکهتاهے ، اور جس کو علم کی ضرورت هےاس پر زیاده توجه دینی چاهیے ، به نسبت اس کے که جو ایسا نهیں هے، یه بات قابل ذکر هے که رسول اکرم صلی الله علیه وسلم کی طرف سے یه طرزعمل ترک افضل میں شمار هوتاهے .

لهذا آپ ﷺ کا یه کام نه گناه تها اور نه انبیاء علیهم السلام کی عصمت سے متصادم تها، کیونکه ان سے اس کام کے سرزد هونے کی وجه وه چیز هے جو انسانی فطرت کے تابع هے، جیسے : غصه ، رضا، هنسی، اور رونا، یعنی: ایسے امور جس پر شریعت نے مکلف نهیں بنایاہے، ابن أم مکتوم کا عذر بهی یهی تها که ان کو معلوم نهیں تها، که نبی کریم صلی الله علیه وسلم دوسروں کے ساتھ مصروف هیں،اور اس امید وخواهش کے ساتھ ان سے گفتگو کررهے هیں کہ یه اسلام قبول کرلیں .

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝۴	یا سوچتا تو سمجهانا اسے فائده دیتا (۴)

مفسر تفسیر انوار القرآن اس آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

لهذا آپ ﷺ کا یه کام نه گناه تها اور نه انبیاء علیهم السلام کی عصمت سے متصادم تها، کیونکه ان سے اس کام کے سرزد هونے کی وجه فطری ہے، جیسے : غصه ، رضا، هنسی، اور رونا، یعنی: ایسے امور جن پر شریعت نے مکلف نهیں بنایاہے، ابن أم مکتوم کا عذر بهی یهی تها که ان کو معلوم نهیں تها، که نبی کریم صلی الله علیه وسلم دوسروں کے ساتھ مصروف هیں،اور اس امید وخواهش کے ساتھ ان سے گفتگو کررهے هیں کہ یه اسلام قبول کرلیں .

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝۵	جو پروا نهیں کرتا (۵)

یعنی: جو شخص اپنے مال اور دولت اور مقام کی وجہ سے خود کو ایمان، علم اور دین سے بے نیاز سمجھتا ہے اور کلمۂ حق اور دعوت دین اور اللہ کے کلام کو سننے سے خود کو لاپرواہ اور اسے اپنے لیے غیر ضروری سمجھتا ہے، اور جھوٹی امیری نے اسے سرکش بنا دیا ہے، تو ان کی طرف توجہ کرتا ہے؟

فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝۶	اس کی طرف تو تم توجه کرتے هو (۶)

یعنی: آپ اس کی طرف متوجہ ہوکر اس سے بات کرتے ہیں، جب کہ وہ اپنی دولت اور مالداری کے زیر اثر آپ سے بے نیازی کا اظہار کرتا ہے، اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس سے منہ موڑ لیتا ہے.

وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝۷	حالانکه وه نه سنورے تو تم پر کچھ (الزام) نهیں (۷)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اگر وہ اپنے گناہوں سے پاک نہ ہو تو تجھے کوئی نقصان نہیں کہ اس کی وجہ سے اس کی ہدایت پانے کے لیے زیادہ کوشش میں ہو۔

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰىۙ۝۸	اورجو تمھارے پاس دوڑتا ھوا آیا (۸)

"يَسْعٰى " یعنی: خیر کی طلب علم اور رہنمائی کی تلاش میں تمہاری طرف دوڑتا ہے۔

وَهُوَيَخْشٰىۙ۝۹	اور (خدا سے) ڈر تاھے (۹)

یعنی: وہ الله کے عذاب اور اس کی سزا سے ڈرتا ہے، الله تعالیٰ کا ڈر ہی آپ سے سوال کرنے کا سبب بنا تاکہ حلال کو جان لے اور اس پر عمل کرے، اور حرام کو پہچان کر اس سے بچے، جی ہاں! الله کے ڈر کے ساتھ نجات مل سکتی ہے۔

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰىۚ۝۱۰	اس سے تم بے رخی کرتے ھو (10)

ابن کثیر کہتے ہیں کہ: اس لیے الله تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ تبلیغ اور تحذیر کے کام میں کسی کو خاص نہ بنائیں، بلکہ برتر اور کمتر، فقیر اور مالدار، آقا اور غلام، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے سب کو حق کا پیغام پہنچانے میں برابر رکھیں۔

محترم قارئین !

آیات مبارکہ(11 تا 23)میں ان موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے، کہ (1) یہ قرآن ہدایت ہے، (2) خدا کی نعمتوں کی ناشکری، (3) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ۝۱۱	دیکھو یه (قرآن) نصیحت ھے (۱۱)

رب تعالی فرماتے ہیں: بے شک یه وعظ ونصیحت الله کی طرف سے ھے ، اور اس لیے ھے که انسانوں کو نصیحت حاصل ھو، اور یہ وہ چیزھے جس کی بندوں کی ضرورت ھے، پھر جب یه واضح ھوگیا تو فرمایا: "فمن شاء ذكره" جو شخص چاھے اس پر عمل کرے .

جیساکه رب تعالی نے ایک اورجگہ فرمایاہے: "وَقُلِ الحَقُّ مِن رَّبّكُم فَمَن شَآءَ فَليومِن وَمَن شَآءَ فَليكفُر" اور کهدو که حق تمهارے رب کی طرف سے ھے، توجوچاھے ایمان لائے اورجو چاھے کافررھے".

پھر اس نصیحت کی اہمیت، مقام ومرتبه کو بیان کر کے فرمایا:

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ۝۱۲	پس جو چاھے اسے یاد رکھے (۱۲)

جو شخص پسند کرتا ہے کہ قرآن کریم کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھائے تو ایسا عمل کرے، یعنی: خود کو وحی کے ذریعےمہذب بنائے، اپنے رویے اور عمل کو دین کے ساتھ مضبوط بنائے، اور عمل صالح کے ساتھ نفع بخش علم سے استفادہ کرے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾	قابل ادب ورقوں میں(لکھا ھوا) (١٣)

مقدّس اور پاک صحیفے جو اونچے مقام ومرتبه والے اور هرقسم کی آفت اور شیطان کی دست رس سے دور هیں ، بلکه یه صحیفے : "بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ " لکھنے والوں کے هاتوں میں ہیں یہ وہ فرشتے ہیں جو الله اور بنددں کے درمیان سفیر ہیں۔

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾	جو بلندمقام پررکھے هوئے (اور) پاک هیں (١۴)

"تفہیم القرآن" کے مفسر لکھتے ہیں: یعنی: ہر قسم کی آمیزشوں سے پاک ہے، ان میں خالص حق کی تعلیم پیش کی گئی ہے، کسی بھی نوعیت کے باطل اور فاسد افکار ونظریات ان میں راہ نہیں پاسکتے ، جن آلودگیوں سے دنیا کی دوسری مذہبی کتابیں آلودہ کردی گئی ہیں، ان کا کوئی ادنی سا شائبہ بھی ان کے اندر داخل نہیں ہوسکا ہے، انسانی تخیلات ہوں، یا شیطانی وساوس، ان سب سے یہ پاک رکھے گئے ہیں۔

"مُّطَهَّرَةٍ": مُّطَهَّر :طُہر اور طہارت کے مادے سے ہے، یہ جسم کی پاکیزگی ہوسکتی ہے، اور روح و نفس کی پاکیزگی بھی۔

"مَّرْفُوْعَةٍ" آسمان میں بلند اور اونچا۔

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾	(ایسے) لکھنے والے کے هاتھوں میں (١۵)

"سَفَرَةٍ"(سفیر: لکھنے والے) سفرہ: وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے درمیان وحی پہنچانے کا کام انجام دیتے ہیں، یہ سفارت کے مادے سے لیا گیا ہے جو لوگوں میں اصلاح لانے کے لیے رفت و آمد کرے۔

مفسرین حضرات اس لفظ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

1 - اصحاب رسول الله صلی الله علیہ وسلم اور حفاظ قرآن۔

2 - وہ فرشتے اور ملائک جو انسانوں کے لیے خدا کے سفیر ہیں، وہ فرشتے جو الله تعالیٰ کے فرمانبردار اور مطیع ہیں، جنہوں نے اس قرآن کو لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے، فرشتوں کی ان صفات میں ہر وہ شخص شامل ہے جو مؤمن، نرم دل، پاکیزہ نیت والا، حافظ اور الله کی کتاب پر عمل کرنے والا ہو، وہ مؤمن جو قرآن کو ہاتھ میں لے کر اس کی تلاوت کرتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: (مَثَلُ الَّذِى يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهْوَ حَافِظٌ لَهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ) ترجمہ:"جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہو، وہ معزز اور نیک سفراء (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا۔"

كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾	جو سردار اورنیکو کارهیں (١۶)

اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اپنے رب کی بارگاہ میں بزرگ اور معزز ہیں،(لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٦﴾) جنہیں جو حکم الله تعالیٰ

(c) ketabton.com: The Digital Library

دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں، وہ گناہوں کی گندگی سے محفوظ ہیں اور عیبوں کے اثر سے آزاد ہیں۔

قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝١٧	انسان ھلاک ھوجائے کیسا ناشکرا ھے (١٧)

(قُتِلَ الْإِنْسَانُ) " کافر آدمی پر لعنت" (مَآ اَكْفَرَهٗ) کیسا ناشکر انسان ہے، کتنا بے ایمان کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ کافر پرلعنت کرے اس کا کفر کتنا شدید اور اس کا انکار کتنا بڑا ہے، احسان فراموش ہے، اور رحمت والے رب کی نافرمانی کرتا ہے، شیطان کی اطاعت کرکے قرآن کو جھٹلاتا ہے۔

شان نزول آیت 17:

ابن منذر عکرمہ سے نقل کرکے فرماتے ہیں: جب ابولہب کے بیٹے "عتبہ" نے کہا: "کفرت برب النجم"میں ستاروں کے رب پر یقین نہیں رکھتا، یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝١٨	اسے (خدا نے) کس چیزسے بنایا (١٨)

کہ اس طرح تکبر کرکے انکار کرتا ہے۔

مِنْ نُّطْفَةٍ ۝ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝١٩	نطفے سے بنایا ، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا(١٩)

یعنی اس نے اسے ہزاروں نطفوں میں سے کم حیثیت والے پانی سے پیدا کیا، کہ اللہ نے اسے حکم دیا ہے، لہٰذا اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ تکبر کرے؟

"فَقَدَّرَهٗ" اس کے لیے ایک اندازہ مقرر کردیا۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کی موت اور عمل کا وقت متعین کر لیا ہے، اور یہ طے کرلیا ہے کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت۔ (مختصر:600/3)

مفسرین اپنی تفاسیر میں اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

1- اللہ تعالیٰ نے انسان کو مرد کے تناسل کی نالی اور عورت کے رحم میں ایک حقیر نطفے سے پیدا کیا ہے، پہلے نطفہ سے اور پھر علقہ اور خون کے لوتھڑے سے اور پھر گوشت کے ایک ٹکڑے سے تو تم کیوں تکبر کرتے ہو؟

2- اے انسان تو تو ایک حقیر نطفہ تھا، پھر اللہ نے تیرے جسم کے تمام اعضاء بنائے، اور تجھے خوبصورت اور مکمل بنایا تو کیوں غرور کرتا ہے؟

3- اللہ تعالیٰ نے تجھے کھڑے ہونے کی طاقت دی ہے اورتجھے کامل اور نعمتوں سے بھرا ہوا پیدا کیا ہے توتم کیوں تکبر کرتے ہو؟

4- اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک حقیر نطفے سے اور کئی مراحل میں پیدا کیا ہے، سب سے پہلے نطفہ، پھر علقہ، اس کے بعد مضغہ،تو کیا جس کی حالت ایسی ہو اس کے لیے مناسب ہے کہ اللہ کا انکار کرکے متکبر بن جائے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور رب سے خود کو بے نیاز سمجھے؟ انسان کو چاہئیے کہ اپنی ابتداء،انتہاء اور درمیان کو دیکھے، اس کی ابتداء ایک بوسیدہ نطفہ ہے اور اس کا انجام بدبودار لاش اور ان دونوں کے درمیان نجاست ہے، تو ایسے انسان کیوں کفر کرے اور کیوں تکبر کرے۔

ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ۲۰	پھر اس کے لیے رستہ آسان کردیا (۲۰)

یعنی: پھر ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ، اس کے روزی کا راستہ، اس کی خوشی کا راستہ سھل اور آسان بنادیا، اگر الله تعالیٰ ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان نہ بناتا تو کیسے پیدا ہوتا؟

حسن بصری ؒ فرماتے ہیں: وہ آدمی جو تناسل کی نالی سے دو دفعہ نکلا وہ کیسے تکبر کرتا ہے،(تفسیر قرطبی: 216/19)۔

لیکن جیسا کہ اس نے باہر سے وحی بھیجی ہے، اندر سے اس نے ہنراور صلاحیتیں دی ہیں تاکہ انسان قدم بہ قدم وحی پر عمل کرسکے اور اس کے مطابق زندگی گزارے۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ۲۱	پھر اسکوموت دی، پھر قبرمیں دفن کرایا (۲۱)

یعنی: اس کے لیے عزت کے طور پر قبر مقرر کی ہے تاکہ اس میں چھپ جائے، ورنہ یہ سڑ جاتا اور بدبو پکڑتا، اور وحشی جانوروں، درندوں اور پرندوں کی خوراک بن جاتا۔

خازن نے کہا: اس طرح اس نے انسانوں کو دوسرے جانوروں پر فضیلت دی ہے۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۭ۲۲	پھر جب چاھے گا اسے اُٹھا کھڑا کرے گا (۲۲)

یعنی: مرنے کے بعد اسے حشر اور جزا و سزا اور حساب کتاب کے لیے زندہ کرے گا، (تفسیر خازن:210/4)

"اِذَا شَآءَ" جب الله تعالیٰ چاہے گا اور حکم کرے گا یہ وقت اور زمانہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۭ۲۳	کچھ شک نہیں کہ خدانے اسے جو حکم دیا اس نے اس پر عمل نہ کیا (۲۳)

اس کافر کو اپنے غرور اور تکبر سے باز آنا چاہیے، کیونکہ اس نے الله تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فریضہ کو ادا نہیں کیا اور وہ عبادات ادا نہیں کیں جو الله نے اس پر فرض کی ہیں۔

علامہ ابن کثیر ؒ نے " كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ" کو "ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ" سے متعلق رکھا ہے، یعنی جب چاہے گا زندہ کرکے اٹھائے گا، اور کسی کو بولنے کی جرأت اور گنجائش نہیں ہے، ابھی ایسا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دنیا کی آبادی

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے متعلق اس کا جو حکم کونی و قدری ہے وہ ابھی تک اس نے ختم نہیں کیا، "تفسیر کابلی".

(آیات مبارکہ : 24 تا 42) میں: الہٰی نعمتیں جن کی انسانوں کو ضرورت اور احتیاج ہے، اور قیامت کے دن کا خوف اور ڈر زیر بحث آیا ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۝۲۴	توانسان کو چاهیئے که اپنے کهانے کی طرف نظر کرے (۲۴)

اس مبارک آیت میں کهانے کی طرف توجه کرنے کی ضرورت کا ذکر کیاگیاهے، بلا شبه آیت کا ظاهری مفهوم وه جسمانی غذائیں هیں جن کی طرف آنے والی آیات میں اشاره کیاگیاہے، لیکن روح کی عذا کے لیے بهی ان آیات سے دلیل لی جاسکتی هے -

دوسرے الفاظ میں : جیسا که انسان مرکب هے روح اور جسم سے ، جس طرح جسم کو مادی غذا کی ضرورت هے اسی طرح روح کو بهی روحانی غذاکی ضرورت هے۔

مفسرین کرام اپنی تفسیروں میں لکهتے هیں که اس آیت کا معنی و مفهوم عام ہے۔

انسان کو چاہیے کہ اس خوراک کو دیکھے جو اس کی زندگی کا سرچشمہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور تدبیر سے کیسے کامل ہوا ہے، شاید پھر یہ اللہ کو یاد کرے اور اللہ کا شکر اد کرے۔

اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝۲۵	بیشک هم هی نے پانی برسایا (۲۵)

یعنی: اپنی قدرت سے ہم نے شاندار طریقے سے بادلوں سے پانی برسایا، اس میں برکتیں، نشوونما اور زندگی ہے، انسانوں، حیوانوں اور پودوں کو زندگی فراہم کرتا ہے۔

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝۲۶	پهر هم هی نے زمین کو چیرا پهاڑا (۲۶)

اس کے بعد ہم نے زمین کی مٹی کو اس کے سائز کے مطابق پودے اُگا کر، بغیر کسی زیادتی یا کمی

کے، بلکہ حکمت کے ساتھ ہم نے اس کو پھاڑا تاکہ پودے کی کونپل اس سے نکل آئے، اس لیے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھلوں کی اقسام میں سے آٹھ پھلوں کا ذکر کیا ہے۔

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝۲۷	پهرهم هی نے اس میں اناج اُ گایا (۲۷)

یعنی: نتیجے کے طور پر ہم نے زمین سے گندم، جو اور جوارکی فصل نکالی، تاکہ متعدد اقسام اور مختلف ذائقوں کے ساتھ انسانوں اور حیوانوں کی خوراک بنیں۔

وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝۲۸	اور انگور اور ترکاری (۲۸)
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝۲۹	اور زیتون اورکهجوریں (۲۹)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اللہ تعالیٰ نے یہاں تین پھل: انگور، زیتون اور کھجور کا ذکر فرمایا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان پھلوں کی خصوصیات اور فوائد بہت زیادہ ہیں اور پھلوں کے بادشاہ کے طور پر معروف و مشہور ہیں۔

وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۙ۳۰	اور گھنے گھنے باغ (۳۰)

نخل: غَلب: کھجور کا اصلی درخت، یہ مضبوط اور موٹا ہوتا ہے جو کہ بہت زیادہ ثمر آور اور کھجور کے باغات میں بڑی تعداد میں ہوتاہے۔

وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۙ۳۱	اور میوے اور چارا (۳۱)

"فَاكِهَةً": ہر وہ چیز ہے جس کا پھل لوگ کھاتے ہیں، اسے عمومی طور پر ذکر کیا تاکہ اس کی تمام اقسام شامل ہوں۔

مفسر قرطبی فرماتے ہیں: "ابّ" ایسی گھاس کو کہتے ہیں جسے جانور کھاتے ہیں، (قرطبی:220/19)۔

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۳۲	(یہ سب کچھ) تمھارے اور تمھارےچارپایوں کیلئے بنایا (۳۲)

ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ آیات بندوں کے احسان جھٹلانے پر دلالت کرتی ہیں، اور مردہ نباتات
کے اگنے کا ذکر کرتے ہوئے یہ استدلال کرتا ہے کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں اور ٹوٹے ہوئے اعضاء بن جانے کے بعد دوبارہ اس طرح زندہ کئے جائیں گے۔(مختصر 601/3)

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۳۳	تو جب (قیامت کا) غُل مچے گا (۳۳)

الصَّآخَّةُ: ایک زور دار چیخ ہے، کانوں کے پردے پھاڑنے والی نفخہ ثانیہ ہوگا جس دن اسرافیل کی خوفناک آواز کانوں کو بہرا کردے گی، اور دلوں میں خوف و ہراس بٹھائے گی، "صخ" ایک لوہے کو دوسرے لوہے پر مارنا، یا لاٹھی کا دوسری لاٹھی پر مارنا کہ جس سے کان پھاڑنے والی آواز پیدا ہوجائے۔
بیان فرمایا: دوسری دنیا میں قیامت اور بنی نوع انسان کے انجام کی وضاحت کی اور فرمایا: (فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ) شاید قیامت کو "صَّآخَّہ" کہنا اس بات کی دلیل ہوکہ نفخہ ثانیہ اتنی شدید اور سخت ہوگی کہ کانوں کو پھاڑ دے گی اور بہت سارے لوگ بہرے ہوجائیں گےاس کے بعد رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ۳۴	اس دن بھائی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا (۳۴)

جس دن انسان اپنے بھائی سے قربت، شفقت اور رشتہ داری کے باوجود دور بھاگے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ بھائی چارہ اور فائدہ نفع کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ حالات سب کچھ سے بڑھ کر ہے، قیامت بھاگنے کا دن ہے بھائی کا بھائی سے فرار، اولاد کا ماں باپ سے بھاگنا، شوہر بیوی سے اور باپ بیٹے سے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِۙ۳۵	اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے (۳۵)

یعنی: روزِ قیامت محشر کے میدان میں حساب کتاب کے لیے کھڑے رہنا اس قدر ہولناک اور شدید ہوگا کہ انسان اپنے والدین سے بھاگے گا اور انہیں اپنی نیکیاں نہیں دیگا، جی ہاں! بعض ایسے امور نے اسے والدین سے مصروف کردیا ہوگا کہ جس نے اس کی عقل چرا لی ہوگی، اس کے خیالات کو خوف زدہ کردیا ہوگا، اور انکھوں کو بے حس کردیا ہوگا۔

وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ۳۶	اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے (۳۶)

کیونکہ حد سے زیادہ ڈر اور اس دن کی ہولناکی اور وحشت نے اسے دہشت زدہ کردیا ہوگا، اپنے بچوں کے ساتھ بے پناہ شفقت و مہربانی رکھنے کے باوجود بھی ان سے بھاگے گا، جی ہاں! ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ اور رحجان ختم ہوجائیں گے، باہم ربط و روابط ٹوٹ چکےہوں گے اور رشتہ داریاں ختم ہوچکی ہوں گی، ان کے فرار کا سبب زیادہ ڈر اور خوف، قیامت کاشورش اور ہولناکی کے سوا کچھ نہیں، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے: (تحشرون حفاة عراة مشاة غرلا، قال: فقالت زوجته: يا رسول‌الله، ننظر أو يري بعضنا عورة بعض؟ قال: لكل امريء منهم يومئذ شأن يغنيه) ترجمہ: "قیامت کے دن لوگ اٹھائےجائیں گےننگے پاؤں، ننگے بدن، بن ختنہ کئے ہوئے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ایک دوسرے کے سترکو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہاں ہر ایک کی ایسی حالت ہوگی کہ اسے دوسرے سے بے پروا کرے گی اس دن ہر کوئی ایسے ڈر، خوف، اور پریشانی میں مبتلا ہوگا کہ کوئی بھی اس کام کی طرف دھیان نہیں دے گا۔

لِکُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْہُمْ یَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْہِ۳۷	ہرشخص اس روز ایک فکر میں ھوگا، جو اسے بے پروا کردے گا (۳۷)

اس دن ہر ایک کی مشکل صورتحال ہوگی جس نے اس کے دل کو مصروف اور عقل کوزائل کردیا ہوگا، اس انداز سے کہ اپنے دوستوں کو بھول کر اپنے یاروں سے غافل ہوگا، اور اپنی رشتہ داریاں اور روابط چھوڑ کر خود میں مصروف ہوگا، قیامت کے دن قرابت داری ختم ہوگی اور دوسروں کی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں ہوگی۔

علماء اور مفسرین نے لوگوں کے ایک دوسرے سے بھاگنے اور ڈر کی دلیل کے طور پر درج زیل تشریح کی ہے:

1- ایک شخص کو یہ خوف لاحق ہوگا کہ اس کی نیکیاں نہ چھین لی جائیں، اس لیے ممکن ہے کہ دنیا میں کسی کا حق اس پر باقی ہو۔

2- ہر کوئی ذات میں مشغول ہوگا، اور اپنے بارے میں سوچتا ہوگا، حتی کہ انبیاء اور سب کہیں گے: نفسی، نفسی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

3- ہر کوئی دوسرے سے نیکی مانگے گا۔
4- وہ بھاگے گا تاکہ دوسروں کے تقاضوں کا سامنا نہ کرنا پڑے، وہ بھاگے گا تاکہ دوسرے اس کو رسوا ہوتا ہوا نہ دیکھیں۔
5- وہ بھاگے گا تاکہ اپنے کام مکمل کرے، اور اس کا فیصلہ جلد از جلد واضح ہوجائے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾	اور کتنے چہرے اس روز چمک رہے ہوں گے (٣٨)

"مُسْفِرَةٌ" "روشن اور چمکدار" ایسا چہرہ کہ دلی خوشی اس کی چمک سے عیاں ہوں، اس دن مؤمنوں کے چہرے ایسے ہوں گے، چمکتے دمکتے، خوشخبری ملنے پر یہ چمک ہوگی، خوشی حاصل ہونے پر اس کو یہ روشنی ملی ہوگی، سرور سے درخشاں ، اس کو نور اور روشنی نے احاطہ کیا ہوگا۔

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾	خندان وشادان (یہ مؤمنانِ نیکوکارهیں) (٣٩)

یعنی وہ خدا کی نعمتوں اور کرم کو دیکھ کر بہت خوش اور سرور ہونگےاور ان دائمی اور ہمیشگی والی
نعمتوں کے حاصل ہونے پر خوشحال ہوں گے۔
"مُسْتَبْشِرَةٌ" اس خوشی کی خبر سننے کے بعد گال اور کھل جائیں گے، نہیں بھولنا چاہیے کہ: قیامت کے دن ہنسنا اور خوش ہونا یہ روشن مستقبل کی بشارت ملنے کی وجہ سے ہے، اس دنیا میں گناہوں سے آلودہ ہونا قیامت کے دن چہرے کو آلودہ کرنے کا سبب بنے گا۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾	اورکتنے چہرے ہونگے جن پر گرَد پڑرهی هوگی (٤٠)

یعنی: بہت سے چہرے اور بھی ہوں گے جو اداسی، ندامت، غم، پشیمانی، اور جرم کی دھول سے ڈھکے ہوئے ہوں گے، اور وہ لکڑیوں کی طرح آدھے جلے ہوئے ، اس لیے کہ وہ دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب ان کے لیے تیار کیا ہے، رب کا عطا کیا ہوا انسانی چہرہ گناہ کی وجہ سے سیاہ ہوجاتا ہے اور بُرےنقاب سے ڈھانپ لیا جاتا ہے۔
"غَبَرَةٌ" اس پر غبار لگا ہوا ہوگا، رنجیدہ خاطر اور غمزدہ۔

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾	(اور) سیاهی چڑھ رهی هوگی (٤١)

یعنی: گناہوں کا اندھیرا، غلطیوں کی سیاہی اور معاصی کی تاریکیوں نے ان کے چہروں کو ڈھانپ لیا ہوگا، کیونکہ انہوں نے عذاب اور سزا دیکھی ہوگی۔
مفسر نسفی لکھتے ہیں: تو اس سے زیادہ خوفناک حالت نہیں دیکھو گے کہ ایک چہرہ میں غبار اور کالا پن اکٹھا ہو۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ آیات قیامت کے دن لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتی ہیں: (1)اہل سعادت،(2)اور اہل شقاوت: دو گروہ اپنی علامت اور چہروں سے پہچانے جائیں گے، چونکہ انسان کا چہرہ اس کی سیرت کا آئینہ ہے، اس کا اندرونی غم اور خوشی اس کے چہرے سے ظاہر ہوتی ہے، یہ سورت دنیا میں حق سے منہ پھیرنے سے شروع ہوتی ہے، اور آخرت میں چہرہ دھوئیں سے آلودہ ہونے پر ختم ہوتی ہے۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾	یہ کفّار بدکردار هیں (۴۲)

یہ وہی کفار ہیں جو دنیا میں کفر اور گناہوں میں زندگی گذارتےرہے، اور اسی حالت پر فوت ہوئے ، یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے ایمان کو کفر کے پردے سے ڈھانپا ہے، اور اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر کو جھٹلایا اور ایسے بدکار ہیں جو معصیت اور گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں، اور رسالت کا انکار کرکے گمراہی کا راستہ اپنائے ہوئے ہیں،یہ وہ لوگ ہیں جن کے ایمان مختلف بیماریوں جیسے نفاق اور ریا کے ساتھ خلط ملط ہوئے، اللہ کی اطاعت سے دور، واجبات کو چھوڑ کر ریا، زنا، اور خون ریزی جیسے محرمات کے مرتکب ہوئے۔

مفسر صاوی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں پر سیاہی کے ساتھ ساتھ گرد و غبار کا بھی اضافہ کیا ہے، کیونکہ وہ لوگ کفر کے ساتھ فساد اور تباہ کاری کے بھی ذمہ دار ہیں۔

اس طرح اس سورت کی ابتداء اور انتہا ہم آہنگ ہے۔

سورہ کا آغاز معیار اور پیمانہ کی حقیقت بیان کرتا ہے، اور سورہ کا اختتام اس معیار، کسوٹی اور پیمانے کے نتیجہ پر بحث کرتی ہے، یہ مختصر سورت ان تمام عظیم حقائق، بڑے مناظر اور اہم امور کے بارے میں کانوں تک پیغام پہنچاتی ہے، اور ان تمام امور کو واضح اور عمدگی کے ساتھ بیان کرتی ہے۔

اس سورہ کے مخاطب کون هے؟

سورہ عَبَسَ کے متعلق صحیح حدیث موجود هے كه اس سوره کےمخاطب نبی کریم صلی الله علیه وسلم هیں۔

قاضی عیاض اور دوسرے علماء اهل سنت نے کهاهے که یه سورت کسی اور کے بارے میں نهیں بلکہ نبی کریم صلی الله علیه وسلم کے متعلق نازل هوئی هے۔

امام ترمذی اور حاکم حضرت عایشه رضی الله عنها سے روایت کرتے ہیں:

«أنزلت: عبس وتولي» في ابن أم مكتوم الأعمي أتي رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يقول: يا رسول الله أرشدني، وعند رسول الله صلي الله عليه وعلي آله وسلم رجل من عظماء المشركين، فجعل رسول الله صلي الله عليه وعلي آله وسلم يعرض عنه، ويقبل علي الآخر. ويقول: تري بما أقول بأسا ففي هذا نزل. ترمذي (3331).

(c) ketabton.com: The Digital Library

یعنی : ابن أم مکتوم نابینا نے آپ صلی الله علیه وسلم کی خدمت میں حاضرهوکرکها: اے رسول خدا !سیدهے راستے کے طرف میری راهنمائی کیجئے تاکه میں کامیاب هوجاؤں ، اسی دوران قریش کا ایک سردار آپ کے پاس بیٹھا هوا تها ، تو آپ صلی الله علیه وسلم نے ابن أم مکتوم سے منه موڑا اس سردار کی طرف اپنا رخ کیا، اورکها ، کیا آپ میری باتوں کی اهمیت وقوت سمجھ رهے هو؟ اس غافل آدمی نے کها؟ نهیں ، پھر الله تعالی نے یه سورت نازل فرمائی۔

عصر حاضر کے محدث عبد الرزاق مهدی نے سیوطی کی کتاب "اسباب النزول" کی تحقیق میں کها هے:که یه حدیث صحیح هے ،اسے ترمذي 3331، ابن حبان 535، حاکم 2 / 514 اور واحدي نے 845 روایت کیاهے .

حاکم کهتے هیں که: یه حدیث امام بخاري اور مسلم کی شرط پر صحیح هے۔ شیخ البانی بھی اس حدیث کو صحیح مانتےهیں: صحیح الترمذي (3331).

ابویعلی نے انس سے ایسی هی روایت نقل کی هے ، لیکن اس آدمی کا نام انهوں ابن خلف ذکر کیاهے۔

طبری نے صفحه 33624 پر قتاده اور انس سے روایت کیا هے که اس کی اسناد حسن هے، (مسند ابویعلی 5 /431 دارالمأمون للتراث دمشق)

عبدالرزاق "تفسیر قرآن" میں صفحه 3494 پر قتاده نے انس کو ذکر کئے بغیر روایت کیا هے، اس تفصیل کے ساتھ سابقه حدیث کے لیے شاهد هے ، تو متعلقه صحیح حدیث کی بنا پر (جس کے دوسری شواهد بھی هیں) معامله نبی کریم صلی الله علیه وسلم کا عبدالله بن أم مکتوم کے ساتھ سلوک اور رویہ سے متعلق ہے۔

یادر هے که : ابن أم مکتوم کا عذر بھی یهی تها که ان کو معلوم نهیں تها که رسول الله صلی الله علیه وسلم کسی اور کے ساتھ باتوں میں مصروف ہیں، اور اس امید کے ساتھ ان سے محو گفتگو هیں که وه مشرف به اسلام هوجائے۔

ابن کثیر میں ایک روایت هے: که حضرت عبد الله ابن أم مکتوم نابینا صحابی نے آپ صلی الله علیه وسلم سے تقاضا کیا که قرآن مجید کی کوئی آیت اُسے سکهادیں ، اس سوال کے جواب کا فوری اصرار کر رهے تهے، جبکہ رسول الله صلی الله علیه وسلم مکہ کے سرداروں کو تبلیغ کرنے میں مصروف تهے جن میں : عتبه بن ربیعه، ابوجهل بن هشام اور حضرت عباس بن عبد المطلب آپ صلی الله علیه وسلم کے چاچا جو که اس وقت تک مشرف به اسلام نهیں هوئے تهے شامل تهے۔

اس لیے آپ صلی الله علیه وسلم عبد الله بن أم مکتوم کے جلدی جواب لینے پر اصرار سے ناراض هوگئے، کیونکه عبد الله بن أم مکتوم پخته مسلمان تهے اور همیشه منظر میں موجود رهتےتهے، کسی دوسرے وقت میں پوچھ سکتےتهے، ان کو تأخیر سے جواب دینے میں کسی دینی خسارے اورنقصان کا ڈر نهیں تها

(c) ketabton.com: The Digital Library

، رؤسائے قریش کے برعکس که وہ دین سے دور تھے ، اور محمد صلی الله علیه وسلم الله کا دین کو ان تک پهنچارهے تھے ، اور وہ لوگ رسول الله صلی الله علیه وسلم کی گفتگو سن رهے تھے، اس لیے اس بات کا امکان تھا که وہ ایمان لاتے، اگر ان سے گفتگو منقطع هوجاتی تو ان کی دین سے محرومی واضح تھی۔

اس حالت کی بنا پر آپ صلی الله علیه وسلم نے عبد الله بن ام مکتوم کے سوال کا جواب دینے سے منہ موڑا اور اپنی ناپسندیدگی کا اظهار کیا، اورکفار قریش کے ساتھ دعوتی گفتگوجاری رکھی۔

اس مجلس کے اختتام پر سوره عبس کی یه آیات نازل ہوئیں جن میں آپ صلی الله علیه وسلم کی اس طرح کے رویے میں بہتری لانے کی طرف توجہ دلائی گئی۔
کیونکه آپ صلی الله علیه وسلم کا خیال تھا که جو مسلمان آداب مجلس کا لحاظ نہیں رکھتا اسے کسی قدر تنبیه کی ضرورت هے، تاکه آینده مجلس کے آداب کا خیال رکھے ، اس بنا پر آپ صلی الله علیه وسلم نے عبدالله بن ام مکتوم سے منه موڑا۔

دوسری وجه یه تھی که: ویسے تو کفروشرک سب سے بڑے گناه هیں ، عبدالله بن أم مکتوم کو دین کے فروعی احکام کی تعلیم دینے پر انہیں مقدم کرنا افضل تھا۔

لیکن حق تعالی جله شأنه نے آپ صلی الله علیه وسلم کے اس خیال کی تائید نہیں فرمائی، بلکہ آپ صلی الله علیه وسلم کو متوجه کردیاکه یهاں یه بات اهم هے که جو شخص آپ سے جواب مانگنے پر مصرهے، اس کے سوال کا جواب دینے کا فائده یقینی هے ۔

جبکہ آپ کی گفتگو ایسے آدمی کے ساتھ کہ جو آپ سے بات کرنا نہیں چاهتا تو یه ایک موهوم اور غیر یقینی بات هے، ایک غیر یقینی امر کو یقینی امر پر ترجیح نہیں دینی چاهیے، عبد الله بن ام مکتوم نے جو مجلس کے آداب کے خلاف عمل کیا تھا اس کا عذر قرآن کریم نے لفظ"اعمی" کے ساتھ بیان فرمایا که وه نا بینا تھے، جس کی وجه سے دیکھ نہیں سکتےتھے، که آ پ صلی الله علیه وسلم کس کام میں مصروف هیں، او ر کن لوگوں سے گفتگو فرمارهے ہیں، اس لیے وه معذور تھے نظرانداز کرنے کے مستحق نہیں تھے۔

اس سے پته چلتاهے کہ اگر کوئی معذور آدمی مجلس کے آداب کے برخلاف کوئی کام کر ے تو وه ملامت و مذمت کا مستحق نہیں هے ۔

(عَبَسَ وَتَوَلَّى) "**عَبَسَ**" به معني تیوری چڑها نا ، یعني چهرے پر ناگواري کا ظاهر هونا ، و "**وَتَوَلَّى**" به معنی منه موڑنے کے هے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

یهاں حاضرکے صیغے سے مخاطب کرنے کا موقع تھا، لیکن یه قرآن کریم کا اعجاز ھے که صیغه حاضر کی جگه غائب استعمال ھوا، که سرزنش کےموقع پر بھی نبی کریم صلی الله علیه وسلم کےاحترام کا لحاظ رکھا گیا۔
یا اس طرح که غائب کا صیغه استعمال کرنے سے یه ابهام باقی رھا که گویا یہ کسی دوسرے شخص نے کیاھے، اور اس طرف اشاره کردیا که ایسا رویه آپ کے شایان شان نهیں تھا، اور دوسرے جملے میں آپ صلی الله علیه وسلم کے عذر کی طرف متوجه کردیا:
(ومایدریک) آپ کو کیا معلوم تھا ؟ یهاں نبی کریم صلی الله علیه وسلم کے اعراض کی وجه بیان فرمائی که آپ کومعلوم نهیں تھا ، که جو کچھ یه صحابی سیکھیں گے اس کا اثر یقینی ھے ، اور دوسروں کےساتھ کی جانی والی گفتگو کا اثر موھوم اور غیر یقینی ھے۔.
نیز بعد والے جملے میں غائب کا صیغه چھوڑ کر مخاطب کاصیغه استعمال کیا ، یہ آپ صلی الله علیه وسلم کی تکریم اور تسلی کے لیے ھے، اگر خطاب کے صیغے میں لفظ "کلا " کا استعمال نهیں ھوتا تو یه شبه باقی رھتاکه اس رویه کی ناپسندیدگی کی وجه سے مخاطب قرار نهیں دیئے گئے، تو یه معامله آپ صلی الله علیه وسلم کے لیے تکلیف ده ھوتا۔
تو اس بنا پر جیسے پهلے جملے میں غائب کے صیغے لانے میں آپ صلی الله علیه وسلم کی تکریم کو ملحوظ خاطر رکھا گیا، بالکل اسی طرح بعد والے جملے میں بھی صیغه خطاب کا لانا آپ صلی الله علیه وسلم کی تسلی اور تکریم واحترام کے واسطے ھے۔
(لَعَلَّهُ يزَّكَّى، أَوْ يذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرى) یعنی آپ صلی الله علیه وسلم کو کیا معلوم تھا که یه صحابی جو کچھ حاصل کریگا اس کا فائدیقینی ھے ، چنانچہ اسے تعلیم دینی چاھیے تاکه اس سے وه اپنے نفس کا تزکیه کرے، اور کمال حاصل کرے، اگر یه نه ھوتا تو کم ازکم الله تعالی کے ذکر کےابتدائی فوائد سے مستفید ھوتا، اورپھر اس کے اثر سے اس کےقلب میں محبت اور خدا تعالی کا خوف زیاده ھوتا۔
لفظ " ذکری " به معنی کثرت ذکر کے ھے ، قرآن کریم نےیهاں دوجملے ذکرکیے: "يَزَّكّى" اور "يَذَّكَّرُ" پهلے کا معنی پاک اور صاف ھونے کا ھے، اور دوسرے کا معنی نصیحت حاصل کرنے اور نصیحت سے متأثر ھونے کاھے ۔
پهلا اتقیاء اور نیک لوگوں کا مقام ھے، که اپنےنفس کو ھرقسم کے ظاھری اورباطنی ناپاکی سے پاک وصاف رکھتے ھیں، ور دوسرا مقام ابتدائی سالک کا ہے ، جو که اس راستے پر پهلی بار چل پڑاھے، مبتدی بن کر، اسے الله

(c) ketabton.com: The Digital Library

تعالی کا ذکر سکھایا جاتاھے، تاکه اس سے خدا کی عظمت اور خوف اس کے دل میں پیدا هوجائے .
مطلب یه هے که اس کی تعلیم یا اسے سکھا نا کسی بھی حالت میں فائده سے خالی نهیں تها، چاهے وه کامل نفع هو، جس سے نفس کا مکمل تزکیه هوتاهے، یا ابتدائی نفع که الله تعالی کی یاد، ذکر اورخوف اس کے دل میں بڑھ جاتا، دونوں جملوں کے درمیان لفظ تردیدی "او" آیاهے،تا که ان دونوں حالتوں میں سے کوئی ایک حالت حاصل هوجائے، یهاں "مانعۃ الخلو" کی صورت هے ، یعنی یه احتمال بھی هے کہ دونوں منافع ایک ساتھ حاصل ہوں ، که ابتداء میں نصیحت اور تذکیرحاصل هو، اور آخر میں تزکیه نفس میسّرآجائے ، "مانعۃ الجمع" نهیں هے که دونوں ایک ساتھ جمع نه هوں۔ " مظهری"

انبیاء کا معصوم هونا

الله تعالی کے تمام پیغمبر دین اور شریعت کی تبلیغ میں معصوم هیں: اس کا معنی یه هے که : جو کچھ الله تعالی کی طرف سے آجائے اس میں کمی بیشی کے بغیر لوگوں تک پهنچادیتے هیں: الله تعالی اپنے نبی کے بارے میں سورۃ الحاقه میں فرماتا هے: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَينَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ * لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيمِينِ * ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ * فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ * وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (سوره الحاقه 44-48).
یعنی اگرهم پر جھوٹ باندھتا، توہم اسے سختی سے پکڑتے اور هم اس کے دل کی رگ کاٹ دیتے، اور تم میں سے کوئی بھی اس کوسزا دینے سے نهیں بچاسکتاتها، اوریه یقیناً پرهیزگاروں کے لیے نصیحت هے .
رب تعالٰی نے اپنے پیارے نبی علیه السلام سے فرمایا: يا أيهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيکَ مِن رَّبِّکَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (سوره مائده 67)
اے پیغمبر ! جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل هوا اس کی تبلیغ کر، اگر ایسا نهیں کیا تو تم نے اس کا پیغام نهیں پهنچایا، اور الله تعالی تجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔
اس بنا پر یه ممکن نهیں هے که الله کے بھیجے هوئے انبیاء دین اورشریعت میں سے کوئی چیز بھول جائیں اور لوگوں تک نه پهنچائیں ، یا اسے بدل دیں یا چھپادیں ، پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے بھی دین کو مکمل طور پر لوگوں تک پهنچادیا اور ان کے سامنے پیش کردیا .
الله تعالی نے حجۃ الوداع کے موقعے پر یه آیت مبارکه نازل فرمائی: (الْيوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا) (سورۃ المائدۃ آیت : 4) ترجمہ: آج میں نے تمهارے لیے تمهارا دین مکمل کردیا، اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی، اور اسلام بطور دین کے تمهارے لیے پسند کیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

نیز الله تعالی کے تمام پیغمبر کبائر کے ارتکاب سے معصوم تھے، جیساکه شیخ الاسلام ابن تیمیه رحمه الله نے کهاهے: عالم اسلام کے اکثر علماء اور تمام فرقے کهتے هیں که : انبیاء علیهم السلام کبائر کے ارتکاب سے (نه کہ صغائر) معصوم تهے، اور أهل تفسیر وحدیث اور فقهاء کا بهی یہی کهناهے، بلکه اس بات کا ذکر کهیں نهیں ملتا که سلف امت او رأئمه دین، صحابه کرام اور تابعین وتبع تابعین میں سے کسی نے اس کے خلاف کوئی بات کی هو (مجموع الفتاوی جلد : 319/4).

تنبیه

بعض دفعه ایسا بهی هوا که انبیاء کرام سے بعض دینی کاموں یا دین اور شریعت سے متعلق امور میں معمولی سی فروگزاشت هوئیں، مگرفی الفور ان کی اصلاح وحی الٰهی کے ذریعے کی گئی، تاکه ایسا نه ہو که رسالت کا کام مشکوک هوجائے، اس طرح درپیش نقصان کی تلافی کرنا آپ صلی الله علیه وسلم کو سکهایاجاتا ، تاکه آپ کے ساتهی بهی سیکھ جائیں که جب بهی کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو اس کا ازاله کیسے کیا جائے؟

بالفاظ دیگر: غلطیوں کا سرزد هوجانا لوگوں کو دین کی تعلیم سے آراسته کرنے کا ایک طریقه تها۔

مثال کے طور پر : ایک روایت میں مذکور هے که آپ صلی الله علیه وسلم نے چار رکعت والی نماز میں سهوًا دو رکعت پڑها کر سلام پهیردیا، پهر جب آپ صلی الله علیه وسلم کی توجہ اس طرف دلائی گئی تو فی الفور آپ صلی الله علیه وسلم نے اس کا ازاله کرکے سجده سهو کیا، لوگوں نے جب یه منظر دیکها تو وه سیکھ گئے که آینده جب کبهی نماز میں سهو هوجائے تو (نماز دوهرائے بغیر) کیسے اس کا ازاله کیا جائے، تو اس طرح سهو واقع هونے کی حکمت لوگوں کو دین سکهاناهے، اب هم ایسے واقعات اور روایات کی موجود گی کی وجہ سے جانتے هیں که سهو هوجائے تو کیا کرنا چاهیے، اگر یه روایات اور واقعات نه هوتے تو هم اس کے ازالے کو نهیں سمجھ پاتے۔

ایک اور مثال بدر کے قیدیوں کا واقعه هے ، امام احمد وغیره انس بن مالک رضی الله عنه سے روایت کرتے هیں : رسول صلی الله علیه وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کرکے فرمایا: خدا نے ان کو آپ لوگوں کے طاقتور پنجے میں دیدیاهے، آپ لوگوں کی ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ حضرت عمر رضی الله عنه کهڑے هوگئے اورکها: ان سب کی گردنیں اڑادیں، پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے حضرت عمر رضی الله عنه سے منه پهیرا ، ابوبکر صدیق رضی الله عنه اٹهے اور کهنے لگے: میری رائے یه هے که ان کو معاف کیا جائے (ان کو قتل کرنے سے صر ف نظر کیاجائے) اور ان سے فدیه وصول کیاجائے، پهر آپ صلی الله علیه وسلم نے فدیه کے بدلے ان کو

(c) ketabton.com: The Digital Library

معاف کردیا، اس سلسلے میں الله تعالی نے آیت نازل فرمائی : "مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَي حَتَّي يُثْخِنَ فِي الأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيا وَاللّهُ يرِيدُ الآخِرَةَ وَاللّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ * لَّوْلاَ كِتَابٌ مِّنَ اللهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ " (احمد : 13143) ترجمه: "کسی پیغمبر کیلئے جائز نہیں ھے که اس کے پاس قیدی ہوں اور وہ ان کا خون نہ بہائے، تم دنیا کا فائدہ چاھتے ھو ، حالانکه الله تعالی (تمھارے لیے) آخرت کا فائدہ چاھتاھے، اور الله تعالی غالب حکمت والا ھے، اگر رب تعالی کی طرف سے صادر شده فیصله پهلے سے موجود نه ھوتا تو اس فدیه کے بدلے جوتم نے حاصل کیا تمھیں ایک بڑا عذاب گھیرلیتا"

اس موقع پرنبی کریم صلی الله علیه وسلم نے اپنے اجتهاد سے فدیه کے بدلے قیدیوں کو آزاد کرنے کاحکم فرمایا، لیکن اس اجتهاد کی وحی کے ذریعه تائید نهیں ھوئی، اور لوگ سمجه گئے که شارع کا مقصود کیاھے، اس بنا پر پیغمبر صلی الله علیه وسلم اپنی رسالت او ر دین کے ابلاغ میں معصوم تھے۔

اگرکبھی عبادت کے معاملے میں ان سے کوئی سهو یا غلطی ھوجاتی ، اگر کوئی اجتهادی سهو دینی احکام سے متعلق صادر ھوجاتی تو فوری طورپر وحی کے ذریعه ان کی اس سهو کی تصحیح کی جاتی، اور لوگوں تک پهنچادی جاتی، اور لوگ دین کے مسائل اس سے سیکھتے۔

لیکن بعض اوقات ان سے دنیا کے معاملات اور کار بار میں بھی غلطیاں ھوجاتی تھیں، البته آپ صلی الله علیه وسلم کے صحابه کرام کے لیے رسالت کے امور اور دنیاوی امور میں فرق کرنا آسان تھا،اگرچه دینی امور کی پهچان اور فرق کرنا دنیاوی امور سے هرانسان کا کام نهیں ھے، اس لیے کبھی آپ صلی الله علیه وسلم کے صحابه کرام آپ سے سوال کرتے تھے که فلان کام یا امر وحی ھے، یا آپ کی ذاتی رائے؟

جیساکه ایک صحیح حدیث میں ھے که نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے صحابهؓ کے لشکر کو حکم دیا که مشرکوں سے پهلے بدر کے پانیوں پر پهنچ جائیں، اور انهیں وادی بدر کے پانی کے ذخائر تک نه پهنچنے دیں، انهوں نے را ت کے ایک حصے میں وادی بدر کے قریب ترین پانی کے کنویں پهنچ کر پڑاؤ ڈالا۔

حُباب نے ایک عسکری تجربه کار اور ماهر کی حیثیت سے کها : (أرأيت هذا المنزل أمنزلا أنزله الله ليس لنا أن نتقدمه ولا نتأخره أم هو الرأي والحرب والمكيدة؟ قال بل هو الرأي والحرب والمكيدة قال يا رسول الله فإن هذا ليس لک بمنزل امض بالناس حتي نأتي أدني ماء من القوم فنعسكر فيه ثم نغور ما وراءه من الآبار ثم نبني عليه حوضا فنملؤه ماء ثم نقاتل القوم فنشرب ولا يشربون فقال رسول الله صلي الله عليه وسلم لقد أشرت بالرأي ثم أمر بإنفاذه فلم يجيء الليل حتي تحولوا كما رأي الحباب وامتلكوا مواقع الماء» (فقه السيرة) و (دلائل النبوة)

(c) ketabton.com: The Digital Library

البانی نے اسے صحیح قرار دیاھے) ترجمہ: "اے الله کے رسول ! اس مقام پر جو هم ٹھهرےهیں، کیا اس مقام پر رکنا الله تعالی نے (وحی کے ذریعے) همارے لیے متعین کیا هے که هم اس سے آگے جانے کا حق نهیں رکھتے اور نه اس سے پیچھے جاسکتے هیں، یا یه رأی آپ صلی الله علیه وسلم کی جنگی حکمت عملی ہے ؟ فرمایا: " بل هو الرأي والحرب والمكيدة " نهیں، بلکه یه میری رائے اورجنگی حکمت عملی هے، حُباب بن منذر نے کها: اے الله کے رسول ! یه ٹھهرنے کی جگه نهیں هے، بلکه لشکر کو حرکت دیں مخالف جماعت کی طرف تا که قریب ترین کنویں کے پانی تک پهنچ جائیں، وهاں ٹھهرجائیں، اور اس طرف کے کنوؤں کو کھود کر (حوض) تالاب بنائیں ، اور اس میں پانی بهریں، تب مخالفین سے جنگ کریں که همارے پاس پانی هو اور ان کے پاس نه هو"

رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا:" لقد أشرت بالرأي" تم نے بهترین رائےپیش کی هے، پھر آپ صلی الله علیه وسلم نے لشکر کوچلنے کا حکم فرمایا، : جاکردشمن کے قریب ترین کنویں تک پهنچ گئے، اور آدھی رات کو وهاں جابسے، راتوں رات پانی کے تالاب بنائے اور وهاں کے تمام پانی کے کنوؤں کو کھود کر ان کاپانی اُن تالابوں میں بھردیا ۔

اس معاملے میں هم دیکھتے هیں که جب حُباب بن مُنذر پر مسئله مشتبه هوگیا که آپ صلی الله علیه وسلم کا یه عمل وحی هے یا ذاتی رائے ہے، تو آپ صلی الله علیه وسلم سے سوال کیا تاکه مسئله واضح هوجائے۔

ایک دوسری صحیح روایت میں هے که آپ صلی الله علیه وسلم ایک دن چند آدمیوں کے پاس سے گذر رهے تھے اور وه لوگ اپنے کھجوروں کی تلقیح (نرکھجورکے پھول مادے میں ملانا) کررهے تھے، تو آپ علیه السلام نے فرمایا : "لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا لَصَلُحَ" اگر تم لوگ اس طرح کھجوروں کے نر اور مادے کو ملانے والا عمل نہ کرو تو بہترہوگا، تونبی علیه السلام کے کهنے پر انهوں نے ایسا کرنا چھوڑدیا، لیکن اس کے بعد کھجوروں کی پیداوار اچھی نهیں هوئی۔

کچھ مدّت کے بعد آپ صلی الله علیه وسلم دوباره ان کے پاس گئے ان سے پوچھا که: "مَا لِنَخْلِكُمْ؟" کھجور کیسے پھل دے رهے هیں؟ انهوں نےکھجوروں کے کم پھل دینے کی شکایت کی، تو آپ نے فرمایا که:"أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْياكُمْ" آپ لوگ اپنے دنیاوی امور کو بهتر جانتے هو۔

مسند بزار میں آیا هے که فرمایا: « وَإِنِّي قُلْتُ لَكُمْ ظَنًا ظَنَنْتُهُ، فَمَا قُلْتُ لَكُمْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَلَنْ أَكْذِبَ عَلَي اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَي» یعني: جومیں نے آپ لوگوں سے کها یه میری اپنی ذاتی رائے تھی ، لیکن جب میں آپ لوگوں سے کهدوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

که الله رب العزت نے فرمایا ، وه کبھی بھی رب تعالی پر جھوٹ نہیں ہوگا.
(صحیح مسلم (2363) و مسند البزار (937).
نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے روایت کیاگیاهے که : «إنما أنا بشر أذا أمرتكم بشيء من دينكم فخذوا به، و إذا أمرتكم بشيء من رأيي، فإنما أنا بشر».
صحيح الجامع (2338).
ترجمہ:بیشک میں بشرهوں (تمهارے جیسے) میں تمهیں دین کے معاملے میں کوئی حکم کردوں تو فورًا بجالاؤ، اور اگر اپنی ذاتی رائے سے کچھ کهوں تو تم سمجهو اس میں بشریت کے لحاظ سے غلطی کا احتمال هے .

خلاصه یه هے که :

انبیاء علیهم السلام دین کی تبلیغ میں معصوم عن الخطأ تهے، اور انہوں نے دین سےمتعلق تمام احکام کمی بیشی اور کسی قسم کی غلطی کے بغیر لوگوں تک پهنچادیئے هیں ، اگر کبهی دین سے متعلق کسی مسئله میں ان سے سهو هوجاتی تو فوری طورپر وحی کے ذریعےسے ان کی اصلاح کرادیجاتی، اور لوگ اس سے باخبرهوجاتے ، دین کے علاوه دنیاوی معاملات میں معصوم نهیں تهے، اور اس سے ان کی رسالت میں کوئی نقصان بهی نهیں پهنچتا، کیونکه رب تعالی نے یه نهیں فرمایاکه تمهارے لیے ایسا پیغمبر بهیجاهے جو تاجر اور طبیب یاکسی صنعت سے وابسته هے .
اس لیے که ان امور میں غلطی کرنا کوئی تعجب کی بات نهیں ، اور امور رسالت کے معاملات کی پهچان لوگوں کے لیے آسان تهی، جیسا که هم نے چند مثالیں بیان کردیں که دینی مسائل اور دیناوی مسائل میں فرق کرنا آسان تها اور دین سے متعلق تمام مسائل کو نبی کریم صلی الله علیه وسلم دین کےعنوان سے لوگوں کو سمجها تے تهے تا که لوگوں کو معلوم هو که فلان مسئله دین کا هے، اور فلان مسئله (دنیاوی امورسے متلق ہے) رسالت کے امور میں سے نهیں هے.
اس بنا پر فقهائے اسلام نے کہا هے:کہ آپ صلی الله علیه وسلم کے اقوال میں اصول یه هے که آپ کا قول شریعت کی قانونی بنیادهے، اور وحی کا حصه هے .
البتہ اگر ایسی کوئی دلیل هو جو ثابت کرے که آپ کا فلان قول آپ کی ذاتی رائے هے توالگ بات ہے، اور اگرایسی کوئی دلیل میسرنہ هو تو اصل پر عمل کیا جائے گا، یعنی آپ کے اقوال وحی کےتائید کننده ہوں گے، اور وه شرعی حکم هوں گے .
جبکہ نبوی افعال میں اصول یہ ہے کہ همیشه شرعی حکم نهیں هوتا، کبهی قانونی هوتاهے ، اور کبهی اجتهادی اور کبهی ذاتی رائے .

انبیاء علیهم السلام کن امور میں معصوم ہیں؟

(c) ketabton.com: The Digital Library

انبیاء علیهم السلام مخلوقات میں سب سے اشرف اور پاک تھے، سب سے زیادہ تقوی والے تھے، رب تعالی سے ڈرنے والے اور وہ منتخب جماعت ھیں جن کی طرف لوگوں کو دیکھنا چاھیے اور ان کی اقتدا کرنی چاھیے ۔
خدا کے آخری رسول صلی الله علیه وسلم اور دیگر انبیاء علیهم الصلاة والسلام کو خطاؤں اور گناھوں سے عصمت اور حفاظت کا درجه حاصل ھے، ھم عصمت سے متعلق مسائل کو درج ذیل دو امور میں تقسم کرتے ھیں ۔

1 - دین کی تبلیغ میں عصمت
2 - بحیث بشر کے غلطیوں سےپاک ھونا

پهلا امر یعنی : تبلیغ دین میں تمام انبیاء معصوم ھیں ، رب تعالی فرماتے ھیں : "وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَينَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ * لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيمِينِ * ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ * فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ * وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ" (سوره الحاقه 44-48).
ترجمه: اگریه پیغمبر ھماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے، توھم ان کا داھنا ھاتھ پکڑلیتے، پھر اُن کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی (ھمیں) اس سے روکنے والانه ھوتا، اور یه (کتاب) تو پرھیزگاروں کے لئے نصیحت ھے ۔
اور اپنے پیارے نبی صلی الله علیه وسلم سےفرمایا: "یا أَيها الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيکَ مِن رَّبِّکَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ" (سوره مائده 67).
ترجمه: اے پیغمبر جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پرنازل ھوئے ھیں سب لوگوں کو پهنچادو، اور اگر ایسا نه کیا تو تم خدا کے پیغام پهنچانے میں قاصررھے، (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نه کیا) اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا ۔
شیخ عبد العزیز بن باز رحمه الله (فتاوی ابن باز میں: ج -371/6) فرماتے ھیں : تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ھے که تمام انبیاء علیهم الصلاة والسلام دین کی تبلیغ میں غلطیوں سے معصوم ھیں، جیسا کہ جناب محمد صلی الله علیه وسلم کے بارے میں رب تعالی فرماتے ھیں: (والنجم إذا هوي * ما ضل صاحبكم وما غوي * وما ينطق عن الهوي * إن هو إلا وحي يوحي * علمه شديد القوي) (سوره النجم /1-5) ترجمه: تارے کی قسم جب غائب ھونے لگے، که تمھارے رفیق (محمد) نه رسته بھولے ھیں نه بھٹکے ھیں، اور نه خواھش نفس سے منه سے بات نکالتے ھیں، یه (قرآن) توحکم خداھے جو(انکی طرف) بھیجاجاتاھے، انکو نهایت قوّت والے نے سکھایا(یعنی جبرائیل).
ھمارے نبی کریم صلی الله علیه وسلم تبلیغ دین سے متعلق تمام امور قول ، فعل اور تقریر میں معصوم ھیں، اس مسئله میں اھل علم کے درمیان کوئی اختلاف نهیں ھے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوسرا امر: یعنی بشری اور انسانی غلطیوں سے پاک ہونا ، یہ مسئلہ دوحصوں میں تقسیم ہوتاھے:

1 - کبیرہ گناھوں سے متعلق انبیاء علیھم السلام کی عصمت، کہ تمام انبیاء علیھم السلام کبائر کے ارتکاب سے معصوم ھیں، جیساکہ شیخ السلام ابن تیمیہ رحمه الله (مجموع الفتاوی: ج-4 /319 میں اس پر تاکید فرماتے ھیں۔

2 - صغیرہ گناہ، بعض اوقات انبیاء علیھم السلام میں سے بعض صغائر کے مرتکب ہوئے ھیں، اس لیے اکثر اھل علم معتقد ھیں کہ انبیاء علیھم السلام صغائر سے معصوم نہیں ھیں.

اگر انبیاء میں سے کسی نے صغیرہ گناہ کیاھے تو الله تعالی نے اسے تنبیه کی ھے اور اس نے توبه کے لیے پہل کی ھے۔

جو لوگ کہتے ھیں کہ آدم علیه السلام نے گناہ کیا اور شیطان نے اسے بھکایا، دلیل کے طور پر رب تعالی کی نازل کی ہوئی اس آیت کوپیش کرتے ھیں: "فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْءَاتُهُمَا وَطَفِقَا يخْصِفَانِ عَلَيهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصَي آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَي" (سورہ طه121). ترجمه: تو دونوں نے اُس درخت کا پھل کھالیا تو ان پر انکی شرمگاھیں ظاھر ھوگئیں، اور وہ اپنے (بدنوں) پربھشت کے پتے چپکانے لگے، اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم کے خلاف کیا تو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ھوگئے ۔

اورسورہ بقر آیت (36) میں فرماتے ھیں: "فَأَزَلَّهُمَا الشَّيطَانُ عَنْهَا" ترجمه: پھرشیطان نے دونوں کو وھاں سے پھسلادیا۔

مگراُن لوگوں کی بات غلط ہے اس لیے: کہ یہاں پر آدم علیه السلام سے متعلق جو کچھ بیان ھواھے وہ نبوت سے پہلے ھے، اس کی بنیاد پر آدم علیه السلام کو طعن کرنا درست نہیں ھے، امام ابوبکر بن فورک کہتے ھیں: یہ معاملہ نبوت سے پہلے کا ھے، اس کی دلیل رب تعالی کا یہ فرمان ھے: "ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيهِ وَهَدَي" (سورہ طه122) ترجمه: پھر رب تعالی نے اسے برگزیدہ کیا اور اس کی توبه قبول فرما کر اسے ھدایت بخشی۔

کہتے ھیں کہ اسے منتخب کرنا اور ھدایت دینا گناہ ونا فرمانی کے بعد کا ھے، اگر نبوت سے پہلے کا ھو تو یہ اس اکیلے کی لغزش ھے، اور نبوّت سے پہلے انبیاء کیلے کوئی شریعت نہیں ھوتی کہ ھم پر اس کی تصدیق کرنا واجب ھو۔

لیکن جب رب تعالی نے اسے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا تو پھر دین کے پھنچانے میں امانتدار اور معصوم ھیں، اور سابقه گناہ سے ان کو نقصان نہیں پھنچتا ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اگر یه کهاجائے که رونما هونے والے ان واقعات کا کس طرح آدم علیه السلام کے قبل نبوت سے ربط دیتے هو، کیا نبوت رب تعالی کی طرف سے وحی کو نهیں کهتے ؟
جب که آیات واحادیث یه بیان کرتی هیں کہ رب تعالی آدم علیه السلام کے ساتھ جنت سے نکلنے سے پہلےبھی بات کرچکے هیں ۔
جواب یه هے که: یهاں نبوت منتفی هے، اس لیے که نبوت صرف وحی نهیں هے ، بلکه کسی نبی اور پیغمبر کیلئے جدید شریعت کا بھیجنا یا پهلے والے شریعت کی تجدید هے۔
اور یه دلائل آدم علیه السلام کے متعلق نهیں ملتے هیں که جنت میں اپنی بیوی کے ساتھ انہیں شریعت دی گی هو ۔
اس وجه سے سب سے صحیح بات آدم علیه السلام کے ساتھ رونما هونے والے واقعات میں یه هے که یه نبوت اور ان کے مبعوث هونے سے پهلے تھا۔
صرف وهی چیز جو آدم علیه السلام کے لیے شریعت کو ممکن بناتی هے وه هے توبه جو انهوں نےنافرمانی کے بعد کی تھی۔
البتہ یه توبہ بھی شریعت هونے کی وجه سے نهیں، بلکه روح کی پاکیزگی اور آدم علیه السلام کی طرف سے خالق کے مقام ومرتبه کے پهچان کی وجه سےهوا، رب تعالی فرماتے هیں: "فَتَلَقَّي آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ" (سوره بقره 37)
ترجمه: پھرآدم نے اپنے پروردگارسے کچھ کلمات سیکھے (اورمعافی مانگی) تو اس نے قصورمعاف کردیا بیشک وه معاف کرنیوالا (اور) صاحب رحم هے
۔
ان مثالوں میں سے جن کو مخالفین اس بارے میں بیان کرتے هیں اورچاهتے هیں که اس کے ذریعے سے قرآن کریم پر اعتراض کریں ، ایک مثال اس واقعے کی ہے جو نبوّت سے پهلے موسی علیہ السلام کے متعلق رونما هوا ، اور وه قتل کا ارتکاب هے، اور اس کے لیےقرآن سے دلیل لاتے هیں : وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰي حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَہْلِہَا فَوَجَدَ فِيْہَا رَجُلَيْنِ يَـقْتَتِلٰنِ۝۰ۤ ہٰذَا مِنْ شِيْعَتِہٖ وَہٰذَا مِنْ عَدُوِّہٖ۝۰ۚ فَاسْتَغَاثَہُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِہٖ عَلَي الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّہٖ۝۰ۙ فَوَكَزَہٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْہِ۝۰ۤ قَالَ ہٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ۝۰ۭ اِنَّہٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ۝۱۵ (سوره قصص)۔
ترجمہ: شهرکے لوگ بے خبر تھے که موسی علیه السلام شهرمیں داخل هوئے، اور دیکھا که دوشخص آپس میں لڑرهے هیں، ان میں سے ایک موسی علیه السلام کی قوم سے تعلق رکھتاتھا اور دوسرا دشمن کی قوم سے تھا، توپھر جوشخص موسی علیه السلام کی قوم سے تھا وه مدد کیلئے پکارا ، موسی علیه

(c) ketabton.com: The Digital Library

السلام اس کی مدد کیلئے دوڑے اور ایک مُکّے سے اس کا کام تمام کردیا ، اور کہا یہ کام شیطان کے بھکاوے سے ہوا ، یقیناً شیطان گمراہ کرنے والا اور کھلا دشمن ھے، اس کے بعد کہتے ھیں کہ: موسی علیه السلام اس غلطی کے ارتکاب سے کافی پشیماں ھوئے، یھی ندامت سبب بنی که اپنے پروردگار کے حضور قیامت میں شفاعت کرنے سے پیچھے رھیں گے، جیساکه شفاعت والی طویل حدیث میں بیان ھواھے: "فَيأْتُونَ مُوسَي فَيقُولُونَ يا مُوسَي أَنْتَ رَسُولُ اللهِ فَضَّلَكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَي النَّاسِ اشْفَعْ لَنَا إِلَي رَبِّكَ أَلَا تَرَي إِلَي مَا نَحْنُ فِيهِ فَيقُولُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيوْمَ غَضَبًا لَمْ يغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي" (بخاري)

ترجمہ:قیامت کے دن لوگ موسی علیه السلام کے پاس آئیں گے اورکھیں گے: اے موسی! آپ تو الله کے رسول ھو، رب تعالی نے آپ کو رسالت دے کر اور آپ سے ھم کلام ھوکر آپ کو فضیلت دی ھے، اپنے پروردگار سے ھماری شفاعت کریں ، آپ ھمیں نہیں دیکھتے کہ ھم کس حالت میں ھیں، موسی علیه السلام جواب میں کھیں گے: میرا رب آج اتنے غصے میں ھے که نه پهلے کبھی تھا اور نه آینده اتنا غصه ھوگا، میں نے ایک شخص کو بغیر کسی حکم کے قتل کردیاتھا، اس لیے مجھے اپنی فکر لگی ھے .

اس بارے میں بھی امام ابوبکربن فورک کهتے ھیں که : جو کچھ مخالفین موسی علیه السلام کے بارے میں بیان کرتے ھیں وہ بھی نبوت سے پهلے کا واقعه ھے ، جیسا که خدا تعالی فرماتے ھیں: «قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ*وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ*قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ* فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ» (سوره شعرا 18- 21) .

(فرعون نے موسی سے کھا) کیاھم نے تم کوکه ابھی بچے تھے پرورش نھیں کی اور تم نے برسوں ھمارے ھاں عمر بسر(نھیں) کی، اورتم نے وہ کام کیاتھا جو کیا اور تم ناشکرے معلوم ھوتے ھو، (موسی نے) کھاکه (ھاں) وہ حرکت مجھ سے ناگھاں سرزد ھوئی تھی اورمیں خطاکاروں میں تھا، تو جب مجھے تم سے ڈرلگا تو میں تم سے بھاگ گیا، پھر خدانے مجھے نبوت وعِلم بخشا اور مجھے پیغمبروں میں سے کیا۔

موسی علیه السلام اسے قتل کرنے کا اراده نھیں رکھتے تھے، بلکه اپنے قومی بھائی کا دفاع کرنا چاھتےتھے، اس بنا پر وہ قتل عمد کے مرتکب نھیں ھوئے، اس کام کی وجه سے موسی علیه السلام نے رب تعالی سے بخشش طلب کی، اور خدا نے بھی انھیں بخش دیا، جیسا که فرماتے ھیں : قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (سوره قصص 16)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمہ: بولے کہ اے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے تو خدا نے ان کو بخش دیا بے شک وہ بخشنے ولا مهربان هے ۔
انبیاء علیهم السلام کی طرف جو اعتراضات منسوب کیے جاتے ہیں تو یہ عمل خلاف اولی هے، یعنی اس کام کونه کرنا بهترتها ۔

هم لوگوں کے جنت میں جانے کے ذمه دار نهیں هیں

قرآن کریم ایک خاص خوبصورتی کی ساتھ کهتا هے: اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۴۱ (سوره زمر)
ترجمہ: هم نے تم پرکتاب لوگوں (کی هدایت) کے لئے سچائی کے ساتھ نازل کی هے، تو جوشخص هدایت پاتاهے تو اپنے (بهلے کے) لئے اور جو گمراہ هوتاهے اپناهی نقصان کرتاهے، اور (اے پیغمبر) تم ان کے ذمه دار نهیں هو۔
مفسّرین کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے هیں که بنیادی طور پر قرآن کریم بشریت کی رهنمائی کیلئے نازل هواهے، "إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِ".
ترجمہ: هم نے تم پرکتاب لوگوں (کی هدایت) کے لئے سچائی کے ساتھ نازل کی هے ۔
یقیناً یہ پرعظمت کتاب ہے اور معجزات سے بهری هوئی هے، اس میں باطل اور بے معنی چیزیں نہیں ہے۔
بشریت کی هدایت اور رهنمائی کیلئے تجھ پر اتارا هے، اهل علم کا کهنا هے که مذکوره آیت میں لفظ "حق" کے بارے میں دو تفسیریں هیں:

1- سب سے پهلے قرآن عظیم کا رسول الله صلی الله علیه وسلم پر نزول اور ترسیل حق کے ساتھ هوئی هے ، اور اس میں کسی قسم کا کوئی باطل نهیں هے۔
2- دوم یہ هے که یہ کتاب حق هے : (ذَلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ) هے، قرآن کریم حق اور اس میں کسی بهی قسم کے شک اورتردّد کی گنجائش نهیں هے، اور متقیوں کی رهنمائی کیلئے اتری هے ، اس میں بهی کوئی شک نهیں هے که یہ کتاب : یعنی قرآن عظیم نبی کریم صلی الله علیه وسلم پر بشریت کی هدایت او ررهنمائی کے واسطے نازل هوئی هے، چنانچہ انسانوں پر لازم هے که هدایت اور رهنمائی اس کتاب سے حاصل کریں ۔

اور جو کچھ انسان کی گمراهی اور ضلالت کا سبب بنتاهے اس سے بچیں اور دوری اختیارکریں، قرآن کریم کو سمجھنا اور اپنی زندگی کو قرآن کریم کے منطقی فهم پر استوار کرنا ضروری هے که جس چیز کی طرف یہ کتاب همیں دعوت دیتی هے ، اس کی طرف جاناچاهیے اور اس پر عمل کرنا چاهیے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور جس چیز سے ڈراتی اور منع کرتی ھے اس کی تنبیہات کو سنجیدگی سے لینا چاھیے ، اور ان ممنوعات کے انجام سے اپنے آپ کو بچانا چاھیے، جن ممنوعات کو قرآن نے بیان کیاہے ۔
جس چیز کی طرف قرآن کریم همیں بلاتاھے، اسے رُشد وھدایت جاننا چاھیے اور جس سے همیں ڈراتا دھمکاتا ھے اسے باطل سمجھنا چاھیے اور اس سے دوری اختیار کرنا چاھیے۔
اگلی آیت کریمه میں ھے که : "فَمَنِ اهْتَدَى فَلِنَفْسِهِ " پھر جو شخص اور انسان هدایت کا راسته اختیار کرتاھے، اور دلیل وبُرھان کے ساتھ حق کی طرف دوڑتاھے، یه اس کے فائدے میں هوگا، کیونکه یه ایک علمی اصول ھے : که حق قبول کرنے کا نتیجه انسان کوھی ملتاھے ۔
(وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيهَا) اور جو شخص گمراه هوا حق اور کلام الهی سے سرکشی کی اور منحرف هوا تو بالآخر یه اس کے لیےنقصان کا سبب بنے گا، نتیجتًا ایک گمراه شخص شمار کیا جائیگا۔
دوسرے لفظوں میں وه اپنی منحرف عمل کی سزا چکھے گا، (وَمَا أَنْتَ عَلَيهِمْ بِوَكِيلٍ)
ترجمہ: اے رسول! تو ان پر ذمه دار نهیں ھے ، یعنی حق کو ان کے دل میں پھنچانے کی ذمه داری آپ کی نهیں ھے، یا یه که آپ کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ ان کی همیشه سے نگرانی کریں که وه منحرف نه هوں۔
کیونکه آپ ان کو زبردستی اسلام او ر ایمان قبول کرنے پر مجبور نهیں کرسکتے، آپ کا کام صرف اور صرف آسمان سے آیا هوا پیغام ان تک پهنچاناھے، نه آپ ان کے دلوں کے نگران هو اور نه ان کو حق قبول کرنے پر مجبور کرسکتے هو۔
ایمان ایک معاهده ھے ، اور یه دل اور باطن کا عزم ھے ، جسے انسان اپنی مرضی سے قبول کرتا ھے، اسی وجہ سے اسلام جو کہ ایک مقدس دین ھے جبری ایمان کو قبول نهیں کرتا، همارے رب عظیم نے انسان کو آزاد چھوڑا ھے تا که اپنی تحقیق سے دین منتخب کرے۔
قرآن کریم کے منطقی فهم کے مطابق جن لوگوں نے کسی ناحق دین کا انتخاب کیاھے، ان کو کافر اور جن لوگوں نے درست اور برحق دین کا انتخاب کیا ھے انهیں مؤمن کهاجاتاھے ۔
اس حساب سے کوئی مسلمان تو هوسکتاھے ، اور حق کے سامنے سرتسلیم خم کرسکتاھے ، لیکن مؤمن نهیں هوسکتاھے، جیساکه هم نے بتایا: مؤمن وه اندرونی عهد اور معاهده اور رشته ھے جس معاهدے کی صداقت کے بارے میں الله تعالی اور خود شخص مؤمن جانتا ھے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دین اسلام نے ایک قاعده اور قانون وضع کردیا هے دین کے انتخاب کے لیے ، اس قانون کی بنیاد سوره بقره کی آیت "256" میں بہت عمدگی سے بیان کی گئی ہے، رب عظیم فرماتے هیں: "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ..."

آیت مبارکه کا شأن نزول :

یه سوره بقره کی آیت هے اور یہ سورت هجرت کے بعد مدینه میں نازل هونا شروع هوئی، اس سورت کا نزول تب شروع هوا جب اسلامی حکومت اور نظام تشکیل کے مراحل میں تها.

مفسّرین کهتے هیں که : یه آیت اهل مدینه اور بنی سالم بن عوف کے قبیلے سے ایک شخص جس کا نام "حصین " هے کہ بارے میں نازل هوئی هے، قصه کچھ اس طرح هے که "حصین" خود تو مسلمان هوا تها ، لیکن اس کے دونصرانی بیٹے ابهی تک اسلام کی طرف مائل نهیں هوئے تهے، اس آدمی نے اس واقعے کا پیارے نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے ذکرکیا اورکها: اے الله کے رسول! کیا ان دونوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرسکتاهوں، کیونکه وه دونوں نصرانیت کے علاوه کسی دوسرے دین کو قبول کرنے کے لیے تیار نهیں هیں ؟ اس کے جواب میں یه آیت کریمه نازل هوئی : "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ...".

اسی طرح بعض مفسرین اس کے شأن نزول کے بارے میں کهتے هیں که : انصار کےایک آدمی کا ایک سیاه فام غلام تها، جس کا نام "صبیح" تها، وه انصاری چاهتے تهے که اسے زبردستی اسلام لانے پر مجبور کریں، اسی اثناء میں یه آیت نازل هوئی تو "صبیح" اور تمام مسلمانوں کو هدایت دی گئ که دین اسلام قبول کرنے کے لیے لوگوں پر کوئی جبر و زبردستی نه کریں، اور فرمایاکه : انسانوں کو مکمل آزادی واختیار حاصل هے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی الله عنه نے بوڑهی نصرانی عورت کو اسلام کی دعوت دی، تو بوڑهی عورت نے جواب میں کها: "أنا عجوزٌ كبيرة والموت اقرب الي" حضرت عمر رضی الله عنه نے اس بوڑهی عورت کا جواب سننے کے بعد اسے ایمان لانے پر مجبور نهیں کیا، بلکه اس آیت مبارکه کی تلاوت کی: "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ...".

یعنی دین میں کوئی چیز جبری نهیں هے ،اور حقیقت میں ایمان قبول کرانے پر کوئی زور و زبردستی کام نهیں آئے گا۔

دین اسلام نے ایمان کو ظاهری اعضاء کے ساتھ مربوط نهیں رکها هے، بلکه ایمان اور عدم ایمان ان امور میں سےهے جن کا تعلق انسان کی اندرونی چاهت اور رضا کی ساتھ هے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

جیسا که رب تعالی فرماتے هیں : "وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ" کهدو: حق (وهی هے جو) رب کی طرف سے (آیا) هے ، (اور میں اسے اپنے ساتھ لایاهوں جوکه میرا اور تمام مؤمنین کا مشن هے) پس جو چاهے اس پر ایمان لائے اور جو چاهے اس کا انکار کردے (سورة الکهف : 29).

قرآن کریم نے نبی صلی الله علیه وسلم کی اس حیثیت کو اضح کیا که آپ صلی الله علیہ وسلم کامقصد فقط تبلیغ کرنا اور دعوت دینا هے، کسی کو زور وزبردستی کے ساتھ اسلام لانے پر مجبورکرنا نهیں : "اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ٩٩" (یونس: آیه ۹۹) اے پیغمبر ! کیا تم چاهتے هو که لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کردو، (یه کام نه تو درست هے نه فائده والاهے اور نه هی تیرا کام هے) .

پهر سورة الغاشیه(آیت : 22) میں فرماتے هیں : "لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ٢٢" آپ ان پر غلبه نهیں رکھتے.

اسی طرح سورة الشوری میں فرماتے هیں: "فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ" اگر مشرکین آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کریں (کوئی مسئله نهیں هے غمگین مت هو) کیونکه هم نے آپ کو ان کی مراقبت اور نگرانی کے لیے نهیں بهیجاهے، آپ کا کام پیغام پهنچانا هے.

اسی طرح قرآن کریم میں سورة مزمّل (آیت : 19) میں فرماتے هیں: "فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا١٩" پهرجوچاهے بنالے اپنے رب کی طرف راه .

اس آیت مبارکه میں "من شاء" کاجمله دلیل هے انسان کی آزادی اور اختیار پر کفر اورایمان اختیار کرنے پر ، "اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا٣" ترجمه: هم نے انسان کو راه دکهائی هے چاهے شکر گزاربنے (قبول کرے) یا (مخالفت کرے) انکار کرے .

حق اور باطل کے راستے ایک دوسرے سے الگ هوچکے هیں ، دونوں راستوں کی پهچان کرادی گئی هے، ان میں سے هرایک کا انتخاب انسان کے اختیارمیں هے، وه مجبورنهیں هے ، جس راستے کا چاهے انتخاب کرے، البتہ اگر انسان نے حق اور حقیقت کا راسته اپنایا توجنت اور همیشه والی سعادت کو پالے گا.

اور اگر باطل راستے کا انتخاب کیا تو پهر جهنم اور همیشه والی بدبختی میں گرفتار هوگا، قرآن کریم نے ایک سو بیس (120) سے زیاده آیتوں میں یه تاکید کی ہے کہ اسلام قلبی اطمینان اور خالص پاکیزه تعلیم کی بنیاد پر پهیلاهے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور اسلام کو لوگوں میں متعارف کروانے کے بعد انھیں تمام اور مکمل اختیار دیاگیاھے که وه اس کے بعد دین کو قبول کرنے میں آزاد ھیں۔
اسی رویه اور عظیم انسانی منطق کے سبب محمد صلی الله علیه وسلم نے فتح مکه کے بعد اهل مکه کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا ، اور فرمایا : »"اذهبوا فأنتم الطلقاء»" جاؤ آپ لوگ آزاد هو، اس عظیم فتح کے بعد کسی کو زبردستی اسلام لانے پر مجبور نهیں کیا۔

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

ترجمه وتفسیر «سورة عَبَسَ»
تتبع ونگارش: امین الدین « سعیدی - سعید افغانی »
مدیر مرکز مطالعات ستراتیژیکی افغان
ومسؤل مرکزفرهنگی د حق لاره- جرمنی
ادرس: saidafghani@hotmail.com

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library